حکام سے مراسم

نوشہ صاحبؒ کی درویشانہ زندگی سے پتا چلتا ہے کہ آپ دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ آپ دنیا کے بادشاہوں کی نسبت پوری کائنات کے بادشاہ کے در پر سر جھکانے میں زیادہ فخر محسوس کرتے تھے۔ آپ نے ساری زندگی اس اصول پر عمل کیا۔ اور اپنے مریدوں کو بھی یہی تعلیم دی۔ اس امر کا ثبوت اُن کے اُس مراسلے سے ملتا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے شیخ برخوردار کو لاہور لکھا تھا۔ ان کو نواب سعد اللہ خان نے ملازمت کی پیش کش کی تو نوشہ صاحبؒ نے اجازت نہ دی اور لکھا:

''منصب داران معبود را لائق نیست کہ منصبِ عبد اختیار کنند۔ بخانہ برخواستہ بیائند۔

بدست آہک تفتہ کردن خمیر
بہ از دست بستن بہ پیش امیر [(1)]

چنانچہ نوشہ صاحبؒ نے کبھی کسی دربار سے تعلق نہ رکھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مغل بادشاہوں کے تذکروں میں آپ کا ذکر نہیں ملتا۔ مگر خاندانی تذکروں میں اس قسم کی بیشتر شہادتیں ملتی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ بے شک شاہی دربار سے بے نیاز تھے مگر حاکمان وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ضرور فیض حاصل کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ شاہجہان کا وزیر نواب سعد اللہ خان قلعہ قندھار کی فتح کی دعا کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بقول پیر کمال لاہوری شاہ جہان بادشاہ خود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا:

بیامد در جہاں شاہ جہاں روز   کہ برمن کن مدد ماہِ دل افروز
بفرمودہ چہ خواہی اے شاہ جہاں   کدامیں پیش شد دشمن زبد خواہ

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 247

بگفتار سہل کن برمن تو ایں کار　　　　که برمن صعب شد آں فتح قندھار[1]

چنانچہ نوشہ صاحبؒ کی دعا سے قندھار فتح ہوگیا۔ شاہجہان نے فتح کی خوشی میں درگاہ کے اخراجات کے لئے دو گاؤں موضع بادشاہ پور اور موضع ٹھٹھہ عثمان بطور نذرانہ پیش کئے۔ یہ جاگیر بعد میں نوشہ صاحبؒ کے دونوں بیٹوں کی اولاد میں برابر تقسیم کر دی گئی۔ اس تقسیم کے شاہی فرمان شہزادہ فرخ سیر کی عدالت سے 1131ء میں جاری ہوئے۔ کاغذ پرانا ہے کہیں کہیں سے کرم خوردہ ہے اس لئے بعض الفاظ مٹ چکے ہیں۔ ہم یہاں اُس شاہی فرمان کی نقل پیش کرتے ہیں۔ جس پر 1131 ہجری کی مہر ثبت ہے جہاں سے الفاظ مٹ چکے ہیں۔ وہاں ہم نے نقاط لگا دیئے ہیں۔

...... پروانہ ممدہ امرائے عظیم الشان زبدہ وزرائے بلند مکان جملتہ الملک مدارالمہام قطب الملک یمین الدولہ سید عبداللہ خاں بہادر ظفر جنگ سپہ سالار یار باوفا آنکہ رفعت پناہ وزارت وشجاعت دستگاہ نور محمد خاں محفوظ باشند۔ چوں موضع ٹھٹھہ عثمان و بادشاہ پور رفتا در بست عملہ پرگنہ ہرات من اعمال دوآبہ چونہب مضاف صوبہ پنجاب بجمع مبلغ یک لک وسیزدہ ہزار ویکصد وشست دام دروجہ انعام المتغا معہ فرزندان جہت خرچ درگاہ حاجی محمد نوشہ وفضلا بشیخ محمد سعید وعصمت اللہ بدستور سابق بحال و برقرار است۔ لہٰذا نوشتہ میشود کہ مواضع مرقومہ رادر بست بجمعدام مزبور در وجہ انعام التمغامہ فرزندان جہت خرچ درگاہِ حاجی مذبور وفضلا بمومیٰ الیہما حسب الضمن بحال دانستہ بزمینداران آنجا قدغن نمایند کہ مالواجب رابہ کُلی آنہا جواب میگفتہ باشند۔ تحریر ۱۴ جمادی الاول سنہ احد جلوس قلمی شد۔

1- تحائف قدسیہ (قلمی) ص130

(۱۴ جمادی الاول سنہ احد جلوس رفیع الدرجات بن رفیع القدر بن شاہ عالم
بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر مطابق ۱۱۳۱ھ)

اس شاہی فرمان کے پیچھے یہ تحریر ہے۔

.... دروجہ انعام التمغا بشیخ محمد سعید و عصمت اللہ موضع ٹھٹھہ عثمان وغیرہ عملہ پرگنہ ہرات من اعمال دوآبہ چونہب صوبہ پنجاب کہ بموجب فرمان عالی شان مسطور ۲۲ رجب شد۔ عہد حضرت .... مرحمت شدہ بود .... دوموضع .... سابق پروانہ .... بنام دیوان .... حاصل نمودہ

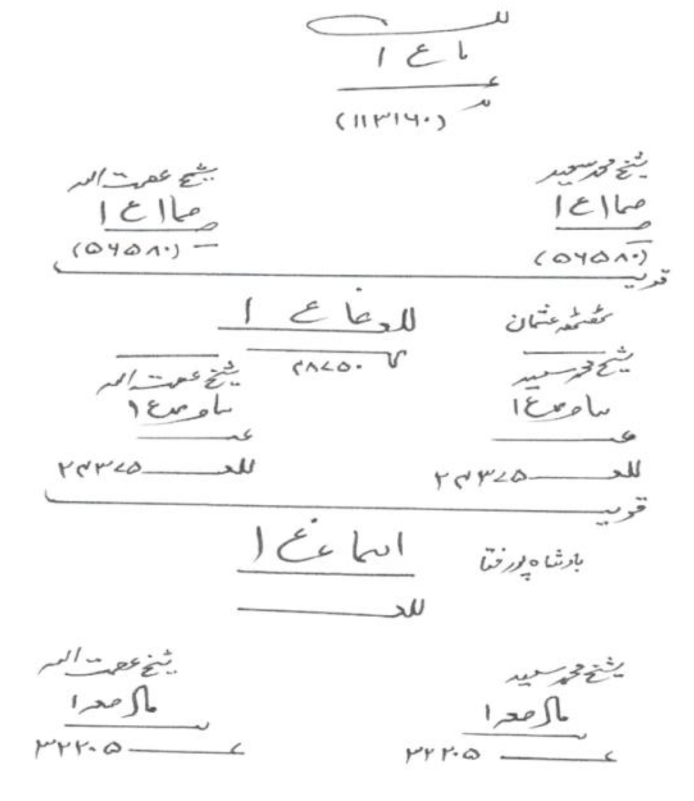

علاوہ ازیں نواب سعید [1] خان ظفر جنگ ہفت ہزاری ہفت ہزار اسوار، پنج ہزار دواسپہ سہ اسپہ منصب [2] ، بدیع الزمان [3] حاکم گجرات ، پانچ صدی ذات، منصب پانچ صد اسوار [4] ،مولراج قانگوئے گجرات [5] وغیرہ کا نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونا ثابت ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ اُس دور کے حکام نوشہ صاحبؒ کا کس قدر احترام کرتے تھے۔

وفات

نوشہ صاحبؒ کی تاریخ وفات کے بارے میں اس لیے اختلاف ہے کہ تذکرہ نوشاہی سے پہلے کسی نے بھی اس ضمن میں کچھ نہیں لکھا۔ صرف تذکرہ نوشاہی میں شیخ عبدالرحیم سدا کنبوئی کا ایک قطعہ درج ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ نے 1064ھ میں وصال فرمایا۔ بعد میں آنے والے قلمکاروں نے اسے ہی نقل کیا ہے۔ چنانچہ پیر کمال لاہوری نے تحائف قدسیہ، مولوی اشرف منچری نے کنزالرحمت، شیخ محمد حیات شرقپوری نے گلزار نوشاہی ،عمر بخش رسول نگری نے مناقبات نوشاہی، برق نوشاہی نے نوشہ پیر، نوشہ گنج بخش ،شرافت نوشاہی نے شریف التواریخ جلد اول، دوم حصہ اول ، حصہ دوم اور تیسری جلد کے علاوہ انوار نوشاہیہ ، اذکار نوشاہیہ ، گنج الاسرار، انتخاب گنج شریف اردو ، گنج شریف پنجابی اور صاحبزادہ امتیاز الحق نوشاہی نے ذکر نوشہ میں سن وفات 1064ھ درج کیا ہے۔

ان کے مقابلے میں مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء جلد اول،

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص339
2- شاہجہان نامہ جلد سوم ص870
3- ثواقب المناقب ص232، تذکرہ نوشاہی قلمی ص182,87
4- شاہجہان نامہ جلد سوم ص898
5- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص183

حدیقتہ الاسرار، گنجینہ سروری، گنج تاریخ، مولوی دین محمد نے باغ اولیائے ہند، مولوی نور احمد چشتی نے تحقیقات چشتی، مرزا آفتاب بیگ عرف مرزا نواب بیگ چشتی نظامی نے تحفتہ الابرار، قاضی امام بخش جامپوری نے حدیقتہ الاسرار، مرزا اختر کیرانوی نے تذکرہ اولیائے ہند، تذکرۃ الفقراء، مولوی انیس احمد نے انیس الواصلین، مولوی نیاز علی خان امرتسری نے گلشن مشاہیر، شاہ شریف احمد مراد سہروردی نے ہفتاد اولیاء، میاں محمد ابراہیم اعوان نے نور نہال قادری، مولوی مقبول احمد جلالوی نے سبیل سلسبیل، سائیں جیون شاہ نے گلزار نوشاہی، پیر غلام دستگیر نامی لاہوری نے سوانح شاہ محمد غوث، اعجاز الحق قدوسی نے تذکرہ صوفیائے پنجاب، صاحبزادہ غلام مصطفٰے رحمانی نے سوانح عمری شاہ عبدالرحمٰن اور امان اللہ خان ارمان سرحدی نے عرس اور میلے میں نوشہ صاحبؒ کی تاریخ وفات 1103 ہجری لکھی ہے۔

ان ہر دو فریق کے بیانات و دلائل کے پیش نظر ہم تذکرہ نوشاہی اور ثواقب المناقب میں درج شہادتوں کی روشنی میں حتمی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔

(1)

تذکرہ نوشاہی سے قبل ثواقب المناقب کو مرتب کیا گیا اور اسکی بنیاد مرزا احمد بیگ کا رسالہ الاعجاز ہے۔ اسی رسالہ سے تذکرہ مرتب ہوا۔ ثواقب المناقب کے مصنف نے رسالہ الاعجاز میں مندرج واقعات کو من وعن بیان کیا ہے۔ ان میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کی اور نہ ہی ترتیب کو تبدیل کیا ہے صرف عبارت میں ادبی حُسن و چاشنی پیدا کی ہے۔ جبکہ تذکرہ نوشاہی کے مرتب نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس نے واقعات میں کہیں کہیں اضافہ کیا ہے۔ ثواقب المناقب میں حضرت نوشہ صاحبؒ کی وفات کے متعلق کوئی ذکر موجود نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا احمد بیگ لاہوری نے اپنے رسالہ میں وفات کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہوگا۔ اس لئے ثواقب المناقب میں کوئی اندرونی شہادت نہیں ملتی۔

(2)

تذکرہ نوشاہی میں نوشہ صاحبؒ کے پوتے شیخ عصمت اللہؒ کے ایک مرید شیخ عبدالرحیم سدا کنبوئی کا ایک قطعہ درج ہے۔ جس سے وفات کا سن 1064ھ نکلتا ہے۔

ز تاریخ وصال اُو دلم درجستجو چوں شد
بگوش دل ندا آمد کہ ''خاتم پاک'' برخوانش [1]
1064ھ

لیکن تذکرہ نوشاہی میں ہی درج بعض واقعات کی روشنی اور تاریخی تناظر میں یہ سن درست ثابت نہیں ہوتا۔ مثلاً

(الف) شیخ عبدالرحیم سدا کنبوئی نے یہ تاریخ کہاں سے لی ہے یا کس سے سنی ہے۔ اس کے متعلق تذکرہ نوشاہی کے مرتب نے کوئی تفصیل پیش نہیں کی اور تحقیق کے بغیر اس قطعے کو نقل کر دیا ہے۔ اس قطعہ کے خالق نے اس سن کے بارے میں خود کوئی رائے نہیں دی۔ جس سے ظاہر ہوتا کہ تذکرہ نگار نے اس تاریخ کی تمام تر ذمہ داری صرف سدا کنبوئی کے کے کندھوں پر ڈال دی ہے اور خود اس بارے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ یہ تاریخ کسی تحقیق کی بنیاد پر نہیں لکھی گئی اسلئے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ جبکہ قطعہ نگار کا اپنا بیان ہے کہ اس تاریخ کی بنیاد صرف ''بگوش دل ندا آمد''[2] ہے۔

(ب) تذکرہ نوشاہی کے مرتب کے اپنے بیان کے مطابق گجرات کا حاکم بدیع الزمان نوشہ صاحبؒ کی بددعا سے مرا تھا اور اُسے شیخ عبداللہ نومسلم نے قتل کیا تھا۔

''کہ بدیع الزمان بوزیر آباد رفت، شب شیخ عبداللہ نام نومسلم اورا کشت وخلق از ظلمِ اوخلاص شد''[3]

1- تذکرہ نوشاہی ص 206

2- ایضاً ص 206

3- ایضاً ص 187

بدیع الزمان کا منصب پانچصدی ذات ، پانچ سو اسوار[1] تھا۔ کیپٹن ایلیٹ[2] کے مطابق بدیع الزمان کی گجرات تقرری نومبر 1648ء میں ہوئی تھی اور وہ چھ برس تک گجرات کا حاکم رہا۔ اس سے چلتا ہے کہ بدیع الزمان کی وفات (قتل) نومبر 1654ء[3] کے قریب ہوئی جبکہ بقول شرافت نوشاہی نوشہ صاحبؒ کی وفات 8 ربیع الاول 1064ھ/ 26 جنوری 1654ء کو ہوئی۔ ان کے مقابلے میں برق نوشاہی تاریخ وصال 8۔ربیع الاول 1064ھ/ 18 مئی 1654ء تحریر کرتے ہیں۔[4] ان تاریخوں کے تجزیے سے صاف عیاں ہے کہ نوشہ صاحبؒ کا وصال جنوری یا مئی 1064ھ/ 1654ء میں نہیں ہوا۔ ورنہ وہ اپنی وفات کے بعد بدیع الزمان کو کیسے بددعا دے سکتے تھے۔ جبکہ تذکرہ نوشاہی اور ثواقب المناقب سے پتا چلتا ہے کہ بدیع الزمان ،نوشہ صاحبؒ کی زندگی میں ہی قتل ہوا۔ چنانچہ واضح ہوتا ہے کہ آپ کے وصال کا سن 1064ھ/ 1654ء نہیں ہوسکتا۔

(ج) آپ نے اپنی وفات کے چند لمحے پہلے سید عبداللہ بخاری کو اپنا کھیس عطا فرمایا۔ جس کی تاثیر سے وہ مجذوب ہوگئے۔ شرافت نوشاہی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

''پیر خانہ سے رخصت ہوتے ہی آپ کے حالات تبدیل ہوگئے۔ ایک دن شاہجہان بادشاہ نے تمام اُمراء کو دربار میں بلایا۔ آپ کو بھی جانا پڑا۔ جب نقارہ پر چوٹ پڑی تو آپ بیہوش ہوکر گر پڑے۔

1- شاہ جہان نامہ جلد سوم ص 898
2- کرونیکل آف گجرات ص 76
3- شریف التواریخ جلد اول ص 1042
4- شجرہ شریف نوشاہی ص 41

بادشاہ نے پوچھا سید عبداللہ کو کیا ہوگیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ
حضرت حاجی نوشہ صاحبؒ کے مرید ہوئے ہیں۔ یہ جذب اور وجدان
کی تاثیر سے ہے۔ بادشاہ نے کہا دین اور دنیا اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔
پس اُسی وقت آپ کو رخصت کر دیا اور آپ کے واسطے روزینہ مقرر کر
دیا اور آپ کے چھوٹے بھائی کو سیصدی منصب دے دیا۔''(1)

شرافت صاحب کا خیال ہے کہ سید عبداللہ شیخ فرید بخاری المعروف مرتضیٰ خان کے بیٹے تھے۔(2) لیکن شیخ فرید بخاری کے معاصر فرید بھکری کے بقول شیخ فرید بخاری کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔صرف ایک لڑکی تھی وہ بھی مر گئی۔(3) جبکہ شاہجہان نامے میں سید عبداللہ کو فرید بخاری کا بنیرہ (نواسہ) لکھا گیا ہے اور اُن کا منصب ہفتصدی تھا۔(4)

شرافت نوشاہی کے بیان کئے ہوئے واقعہ کا شاہ جہان نامے میں کہیں ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی کہیں سید عبداللہ کے استعفیٰ کا سراغ۔جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ واقعہ شاہ جہانی عہد کا نہیں ورنہ سید عبداللہ کے نام کیساتھ کچھ ذکر ضرور ہوتا۔ ساتھ اُن کے بھائی کا بھی ذکر ہوتا اور اُس کے سیصدی منصب کا بھی پتا چلتا۔شاہ جہان نامے میں پنجصدی منصب سے کم کوئی منصب نہیں۔ممکن ہے کہ یہ منصب عالمگیری عہد کا ہو۔جس طرح شیخ محمد حیات شرقپوری نے اپنی تصنیف گلزار نوشاہی میں'' آپ کے جامہ اطہر کی تاثیر'' کے عنوان کے تحت اسے نوشہ صاحبؒ کی وفات سے ایک دن پہلے کا واقعہ لکھا ہے:

'' حضور پُر نور کی وفات کے ایک دن پہلے سید عبداللہ شاہ بن نواب

1- شریف التواریخ جلد نمبر 3، حصہ اول ص 345
2- ایضاً ص 342
3- ذخیرۃ الخوانین جلد اول کراچی 1961ء ص 146
4- شاہ جہان نامہ جلد سوم ص 895

میر مرتضیٰ صاحب عالمگیر کے دربار کا منصب دار ہزاری تھا، جب اُس کے دل میں اس منعم حقیقی کے نورانی نے شعلہ مارا تو اُس کے دل میں بہ زیارت فیض بشارت عاشقِ ذاتِ رسول ﷺ، حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ کی ہوئی۔ حضور کی زیارت سے مشرف ہوکر عرض کی کہ یا قبلہ میرا ارادہ ترک دنیا کا ہے۔ سو وہ مجھے محال ہے اس لئے آپ مجھے مجذوب بنا دو۔''(1)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عالمگیری عہد کا ہے۔

(3)

انگریزی عہد کے آغاز میں زمینوں کے بندوبست کے سلسلے میں ساہنپال کے باشندوں نے 14۔ اپریل 1857ء کو ساہنپال کی آبادی کے متعلق متفقہ طور پر محکمہ مال کے افسران کو یہ بیان ریکارڈ کرایا۔

''مسمی امین شاہ کی اولاد سے مسمی ساہنپال مورث اعلیٰ دیہہ ہذا نے دو سو برس گزرے کہ دیہہ ہذا آباد کیا۔''(2)

اس تصدیق شدہ ریکارڈ کے مطابق 1857ء میں سے اگر 200 سال نفی کردیئے جائیں تو ظاہر ہے کہ ساہنپال 1067ھ/ 1657ء میں آباد ہوا۔ اس حوالے سے ساہنپال پہلی مرتبہ نوشہ صاحبؒ کی وفات سے تین سال بعد آباد ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ جبکہ تذکرہ نوشاہی اور ثواقب المناقب میں مسلمہ شہادت موجود ہے کہ موضع ساہنپال آپ کی زندگی میں ہی آ پکی اجازت سے آباد کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ نوشہ صاحبؒ کی وفات 1064ھ/ 1654ء غلط ہے۔(3)

1- گلزار نوشاہی۔ لاہور 1915ء ص 16

2- ریکارڈ محکمہ مال گجرات

3- خزینۃ الاصفیا ص 257

سرکاری ریکارڈ کے مطابق ساہنپال 1657ء میں آباد ہونے کی ایک اور بڑی معتبر شہادت ثواقب المناقب اور تذکرہ نوشاہی میں موجود ہے کہ نوشہ صاحبؒ کے مرشد سخی شاہ سلیمان نوریؒ نے اپنی وفات سے تقریباً دو مہینے قبل نوشہ صاحبؒ کو نوشہرہ تارڑاں میں اپنی رہائش رکھنے کا حکم دیا تھا۔ سخی صاحبؒ کی وفات مفتی غلام سرور کی تحقیق کے مطابق 1065ھ/ 1655ء میں ہوئی۔ سخی صاحبؒ کی زندگی میں ساہنپال کی آبادی کا ذکر نہیں ملتا بلکہ یہ گاؤں بعد میں آباد ہوا اور نوشہ صاحبؒ نوشہرہ تارڑاں سے ساہنپال تشریف لائے۔ اس تاریخی شہادت سے واضح ہوتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کا سن وصال 1064ھ/ 1654ء غلط ہے۔

(4)

صحیح تاریخ وفات

(i) اس بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ نوشہ صاحبؒ کا وصال شاہجہانی عہد میں نہیں ہوا۔

(ii) ہم نے اس باب کے آغاز میں نوشہ صاحبؒ کی ولادت کے ضمن میں تحقیقی تجزیہ کیا ہے کہ یہ عبارت:

''اتفاقاً در اثناء نوشتن رسالہ کہ از وصال حضرت شاہ چہل وسہ سال گزشتہ بود کہ از اخلاصمندان عزیزی از لشکر ظفر اثر عالمگیر بادشاہ کہ اسم آں عزیز محمد امین نقل کرد۔''[1]

مرزا احمد بیگ کی نہیں بلکہ صاحب رسالہ تذکرہ نوشاہی شیخ محمد حیاتؒ برخورداری کی ہے۔ یہ تذکرہ مصنف کے اپنے قول کے مطابق 1146ھ/ 1733ء میں لکھا گیا:

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) دانشگاہ پنجاب لاہور مخطوطات شیرانی نمبر 5171/2160 ورق 63 الف

''درمقام مناسب سنہ یکہزار یکصد چہل وشش از ہجرت النبی اُلامی''[1]

یعنی 1146ھ میں جب رسالہ تذکرہ نوشاہی لکھا گیا۔ اس وقت نوشہ صاحبؒ کی وفات کو 43سال بیت چکے تھے۔ اگر 1146 میں سے 43 نکال دیئے جائیں تو 1103ھ/ 1691ءنوشہ صاحبؒ کا سال وفات نکل آتا ہے۔

تذکرہ نوشاہی اور ثواقب المناقب میں مندرجہ واقعات سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کی وفات عالمگیر کے عہد میں ہوئی۔ اس لئے ہمارے نزدیک مفتی غلام سرور کی رائے صاعد ہے۔ کتاب خانہ سنائی ایران سے شائع ہونے والی کتاب طرائق الحقائق کے مصنف محمد معصوم شیرازی نے بھی جلد 3 کے صفحہ 116 پر 1103ھ کو ہی ان الفاظ میں درج کیا ہے:

> ''وفات نوشاہ سال یکہزار و یکصد و سہ بودہ در عہد سلطنت اورنگ زیب عالمگیر ہندی''

دن

مزار کی لوح پر نوشہ صاحبؒ کی وفات کا دن 8۔ ربیع الاول لکھا ہوا ہے۔ پیر کمال لاہوری[2] 9۔ ربیع الاول، شرافت نوشاہی[3] 8۔ ربیع الاول برق نوشاہی[4] اور مولوی نور احمد چشتی[5] 5۔ ربیع الاول کو نوشہ صاحبؒ کی وفات کا دن قرار دیا ہے۔ بقول نور احمد چشتی:

> ''وفات نوشہ صاحبؒ کی پنجم ربیع الاول کو واقع ہوئی ہے۔ مگر مقام تعجب ہے کہ عرس اُن کا اُن کے مزار پر اُس روز نہیں ہوتا اور بالعوض اس کے اسی تاریخ بحساب ماہ قمری بمقام خانقاہ حضرت سچیار صاحبؒ

-1 تذکرہ نوشاہی مذکور ورق 2۔الف -2 تحائف قدسیہ (قلمی) ص136

-3 شریف التواریخ جلد اول ص1042

-4 نوشہ پیر ص40 ، نوشہ گنج بخش ص89 ، چہار بہار ص26

-5 تحقیقات چشتی ص 251

جو بمقام نوشہرہ بآں روئے دریائے چناب ضلع گجرات واقع ہے
بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے اور چونکہ روز وفات بحساب شمسی نویں
ماہ جیٹھ کی تھی۔ اس تاریخ بمزار پاک رحمٰن صاحبؒ موضع بھڑی شاہ
رحمٰن میں جو متصل شیخوپورہ ہے عرس ہوتا ہے۔''(1)

پیر محمد سچیار صاحبؒ کا وصال 25۔ ربیع الاول کو ہوا۔ مگر انکی درگاہ پر اس تاریخ کو عرس نہیں ہوتا۔ بلکہ 5 ربیع الاول کو بھر پور عرس ہوتا ہے اور یہ عرس نوشہ صاحبؒ کا منایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ نوشہ صاحبؒ کا وصال 3۔ربیع الاول کو ہوا اور پیر محمد سچیار نے اسی تاریخ کو اپنے مرشد کا ختم دلانا شروع کر دیا۔لہٰذا 3۔ ربیع الاول کو ختم شریف کی ایک خصوصی محفل ہوتی ہے،جس میں گنتی کی چند روٹیاں اور دال پکائی جاتی ہے۔ 4۔ربیع الاول کو عام درویشوں کا اجتماع ہوتا ہے اور 5۔ ربیع الاول کو سچیار صاحبؒ اپنے درویشوں اور مریدوں کے ہمراہ جلالپور جٹاں کے نزدیک پیر بھولا ولی کی درگاہ پر حاضری دیتے تھے۔ رات وہیں گزارتے اور سات ربیع الاول کو واپس نوشہرہ آ جاتے تھے۔ پیر بھولا کی درگاہ پر حاضری کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے سچیار صاحبؒ کو نوشہ صاحبؒ کے گھر کی راہ بتائی تھی۔ پیر محمد سچیار اسی احترام کی وجہ سے ساری زندگی اُن کی درگاہ پر حاضری دیتے رہے۔ یہ رسم تین سو سال سے جاری ہے اور پیر محمد سچیار صاحبؒ کی اولاد بھی اسی رسم پر عمل کرتی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کی وفات 3۔ ربیع الاول 1103ھ/ 1691ء کو ہوئی۔

مدفن

تذکرہ نوشاہی یا ثواقب المناقب میں اس بات کا کوئی حوالہ نہیں ملتا کہ نوشہ صاحبؒ کی وفات کے بعد اُن کا مزار کہاں تعمیر کیا گیا۔ شرافت نوشاہی نے شریف التواریخ جلد اول ، دوم ، سوم ، دیباچہ گنج الاسرار، انوار نوشاہیہ، اذکار نوشاہیہ ، تذکرہ نوشہ گنج بخش ،فیض القادریہ ،خواجہ عبدالرشید نے تذکرہ شعرائے پنجاب، اقبال مجددی

1- تحقیقات چشتی ص 251

نے رسالہ احوال و آ ثار شرافت نوشاہی ،مفتی علی الدین نے عبرت نامہ ،منشی گنیش داس بڈھیرا نے چہار باغ پنجاب اور مولوی دین محمد نے باغ اولیائے ہند میں نوشہ صاحبؒ کا مدفن اور مزار موضع ساہنپال ضلع گجرات لکھا ہے۔ جبکہ برق نوشاہی نے اپنی کتاب نوشہ پیر ،نوشہ گنج بخش اور ماہنامہ محبوب ستمبر 1972ء فیصل آباد میں نوشہ صاحبؒ کا مزار موضع رُنمل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات تحریر کیا ہے۔ اُن کے دعویٰ کے مطابق:

> ''ساہنپال میں آپ کا مزار نہ پہلے کسی دور میں تھا اور نہ ہی اب موجود ہے۔ بلکہ آپ کا روضہ مبارک موضع رُنمل شریف میں ہے۔ (1)

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ تذکرہ نوشاہی اور ثواقب المناقب سے ظاہر ہوتا ہے کہ موضع ساہنپال آپ کی اجازت سے آپکی زندگی میں ہی آباد ہوا تھا۔ اور آپ کے لئے وہاں مکانات بھی تعمیر کیے گئے۔ اس مقالے کی تسوید سے پہلے ہمارا اپنا خیال یہ تھا کہ ممکن ہے آپ کا وصال ساہنپال ہی میں ہوا ہو اور آپ کا مزار بھی اسی گاؤں میں بنا ہو لیکن شرافت نوشاہی کی مزار کے متعلق تحریروں میں تضاد کے باعث حقیقت کی تلاش میں ہمیں خود وہاں جا کر مزار اقدس کا محل وقوع دیکھنے کا موقع ملا۔ یہاں پہلے شرافت نوشاہی کی تحریروں سے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جو تضادات کے باعث دلچسپ ہیں۔

1- آپ کا روضہ اطہر بمقام ساہنپال شریف ضلع گجرات پنجاب میں گاؤں سے نصف میل شمال کی طرف مرجع خلائق ہے۔ (2)
2- وفات کے بعد نوشہ صاحبؒ کا مزار اور مدفن چک ساہنپال سے مغرب کی طرف تیار کیا گیا۔ (3)

1- ماہنامہ محبوب (مدیر صائم چشتی) فیصل آباد۔ شمارہ ستمبر 1972ء ص 60
2- اذکار نوشاہیہ ص 33
3- ہفت روزہ پیام گجرات ،24 نومبر 1967ء (مضمون شجرہ شریف نوشاہی کی اصلاح)

3- آپ کا روضہ اطہر رنمل شریف ضلع گجرات پنجاب گاؤں سے نصف میل شمال کی طرف مرجع خلائق ہے۔ [1]

ان تینوں حوالوں سے قاری اشتباہ کا شکار ہو جاتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کا مزار ساہنپال میں ہے یا رنمل میں ہے۔ اگر ساہنپال میں ہے تو کبھی شمال کی جانب اور کبھی مغرب کی جانب ہو جاتا ہے۔ کبھی وہ رنمل میں جانب شمال ہے۔ اگر آپ کا مزار رنمل یا ساہنپال میں نہیں تو پھر کس جگہ ہے؟

البتہ ان کے چوتھے بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ مزار ساہنپال میں ہے:

'' حضور کا روضہ اطہر موضع ساہنپال شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں دریائے چناب کے شمالی کنارے پر واقع ہے''۔ [2]

حضرت نوشہ صاحبؒ کا مزار ساہنپال میں واقع ہونے کے ثبوت کے لئے شرافت نوشاہی نے تذکرہ نوشاہی کی اس عبارت سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ''بعد از وصال حضرت شاہ مدفن و مزار ایشاں از موضع ساہنپال جانب قبلہ نمودہ شد''[3]

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ وفات کے بعد مزار موضع ساہنپال کے مغرب میں بنایا گیا مگر یہ عبارت ہمیں تذکرہ نوشاہی کے کسی اور نسخے میں دکھائی نہیں دیتی۔ اس کے متعلق برق نوشاہی صاحب کا دعویٰ ہے:

'' جناب شریف احمد صاحب شرافت ساہنپالوی نے روضہ اقدس کے محل وقوع سے متعلق '' رسالہ الاعجاز اور تذکرہ نوشاہی کے جو حوالے تحریر فرمائے ہیں۔ وہ اُن کے اپنے ذہن کی پیداوار ہیں۔ رسالہ الاعجاز کا جو نسخہ انہوں نے اپنے دوستوں کو لکھ کر دیا ہے وہ اُن کا خود

1- روز نامہ کوہستان لاہور، 26 جون 1969ء

2- انوار نوشاہیہ ص 29

3- ہفت روزہ پیام گجرات 24 نومبر 1967ء

ساختہ ہے اور یہ رسالہ انہوں نے خود لکھ کر مرزا احمد بیگ کے نام
منسوب کر دیا ہے۔"(1)

نوشہ صاحبؒ کے مدفن اور مزار کے متعلق تضادات اور پھر تصادات پر اعتراضات سے اگر قطع نظر کیا جائے تو پھر اپنی ہی تحقیق پر اعتبار کی گنجائش ہے۔ چنانچہ راقم نے خود روضہ اقدس کی زیارت کی تو پتا چلا کہ موجودہ مزار موضع رُنمل میں ہی ہے۔ جسکی تصدیق کے لئے موضع رُنمل کے پٹواری سے رابطہ کیا گیا۔ فرد جمعبندی میں یہ الفاظ درج ہیں۔ ''موضع رُنمل، غیر ممکن درگاہ نوشہ صاحبؒ'' پہلے مزار کا رقبہ 27 کنال 5 مرلے تھا۔ بعد میں قبرستان کے لئے دس مرلے مزید اضافہ کیا گیا۔ اب مزار کا کل رقبہ 27 کنال 15 مرلے ہے۔ اس کا خسرہ نمبر 1/84 ہے۔ فرد جمعبندی کی نقل آخر میں ضمیمہ کے طور پر دیکھئے۔ مزار کے ساتھ موضع رُنمل کی آبادی ہے۔ جس میں قوم تارڑ اور نوشاہی صاحبزادوں کی مشترکہ قبور ہیں۔ نوشہ صاحبؒ کے مزار سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر بجانب جنوب موضع ساہنپال آباد ہے۔ جس کی آبادی رُنمل سے کم ہے۔ ساہنپال کے لوگ عام طور پر جنازے رُنمل کے قبرستان میں ہی دفن کرتے ہیں۔ ساہنپال میں صرف شرافت نوشاہی اور اُن کے والد بزرگوار صاحبزادہ غلام مصطفٰے نوشاہی کی قبروں کے علاوہ شاید کسی اور معروف نوشاہی بزرگ کی قبر نہیں ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ساہنپال کا نوشہ صاحبؒ کے مزار سے کبھی کوئی تعلق رہا ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق بھی مصنفین میں اختلاف موجود ہے۔ لہٰذا ہم کمزور روایات اور حوالے چھوڑ کر محکمہ مال کے تصدیق شدہ ریکارڈ پر اعتماد کرتے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ اپنی زندگی میں رُنمل تشریف لائے تھے۔ یہاں ہی اُن کا وصال ہوا اور دفن ہوئے۔ دیکھئے ذکر آبادی وحصول ملکیت موضع رُنمل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات مسل بندوبست سرسری 1857 بندوبست قانونی مئی 1867ء:

3- ماہنامہ محبوب (فیصل آباد) شمارہ ستمبر 1972ء ص 63

'' جس جگہ پہلے ہمارا گاؤں آباد تھا اس جگہ بیلا دریائے چناب پڑا تھا۔عرصہ گیا رہ پشت کا گزرا کہ مسمی رَمل قوم جٹ گوت تارڑ ہندو موضع اسکھنب ضلع گوجرانوالہ سے مال مویشی اپنا لے کر مع عیال و اطفال اس جگہ آیا۔ کچھ مدت اسی طرح گذران کری۔ پھر گاؤں آباد کیا۔ اس طرف غلبہ اسلام کا تھا۔ بعد مرنے مورث کے مسمی ریحان پسر مورث کو مسلمانوں نے مسلمان کیا۔ پہلے گاؤں چھوڑ گیا۔ چند مدت گاؤں ویران رہا۔ پھر مسمیان عثمان و عالی پسران ریحان نے دیہات قرب و جوار سے آ کر گاؤں آباد کیا۔سو سال تک گاؤں آباد رہا۔ پھر صدمہ دریا سے گاؤں برد ہوگیا۔ بزرگان ہمارے نے بفاصلہ ایک کوس جانب شمال آباد کیا۔ 35 برس رہ کر پھر برد ہوگیا۔اب عرصہ 27 سال کا ہوا ہوگا کہ ہم مالکان نے تیسری آبادی جانب شمال بفاصلہ ایک میل چوتھی جگہ آباد کیا۔تب سے برابر آباد چلا آتا ہے اور کوئی تہہ کہنہ رقبہ دیہہ ہذا میں نہیں ہے۔تہہ ہائے آبادی سابقہ کی دریا برد ہوگئی اور مسمی نوشہ صاحبؒ فقیر قوم راجپوت گوت جالپ بطور سیاحی اس جگہ آیا۔لب دریا مکانات و مسجد وغیرہ بنوائی۔صدمہ دریا سے وہ مکان برد ہوگئے۔ پھر بعد مرنے نوشہ صاحبؒ فقیر کی اولاد اُسکی خانقاہ و مسجد وغیرہ مکانات بعمارت پختہ بنائے تب سے یہ قوم فقیر نوشاہی بھی مالک ہے۔اور دیگر اقوام متفرق مندرجہ شجرہ نسب بندوبست گزشتہ پیش گاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ سے مالک بن گئے۔ کیفیت محاذ نام انکے درج ہے۔

وجہ تسمیہ : مورث نے گاؤں اوپر نام اپنے کے رَمل نامزد کیا۔قبل از عملداری سرکار عہد سنگھاں میں یہ گاؤں دروبست بنام امیر خان ولد

شمیر خان قوم ٹوانہ سکنائے رسول نگر داروغہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی جاگیر تھا اور جاگیر دار مذکور نصف حصہ لیتا تھا۔'' بلفظہٖ

موضع ساہنپال کی مسل حقیّت میں نوشہ صاحبؒ کے مزار کا یا نوشہ صاحبؒ کا ذکر تک نہیں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کا مزار شروع سے ہی رنمل میں ہے۔

مزار کی تعمیر و مرمت[1]

دریائے چناب کے سیلاب کے باعث نوشہ صاحبؒ کا مزار تین مرتبہ دریا برد ہوا۔ 1170ھ/ 1757ء میں تابوت پہلے مدفن سے نکال کر موضع نوشہرہ میں چاہ حیاتیاں والا میں دفن کیا گیا۔ لوگ تین دن تک آپ کی زیارت کرتے رہے۔ آپ کا جسم اور کفن بالکل صحیح و سلامت تھا۔ پیر کمال لاہوری نے تحائف قدسیہ میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:

بصورت بس مبارک آنچہ بودہ
لباسِ کفن شاہ ہرگز نسودہ

1237ھ/1822ء میں دریا کی طغیانی کے سبب چوتھی جگہ [موجودہ رنمل] منتقل کیا گیا۔ 1258ھ/ 1842ء میں شیخ امام الدین صوبہ دار کشمیر خلف شیخ غلام محی الدین ناظم الملک ہوشیار پوری نے پالکی کی طرز پر روضہ تعمیر کروایا۔ 1311ھ/ 1894ء میں میاں عبداللہ درویش نوشاہی لاہوری نے اسکی مرمت اور سفیدی کروائی۔ 1369ھ/ 1950 میں 81 گھنٹے کی مسلسل بارش کی وجہ سے مزار کی دیواروں میں درڑار پڑ گئے جس کی وجہ سے مزار کی عمارت کی تعمیرِ نو کی ضرورت پیش آئی۔ 1373ھ/ 1954ء یکم محرم جمعرات کے روز مزار کو شہید کر کے نئے سرے سے آٹھ پہلو عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔ دو سال بعد یعنی 1375ھ/ 1956ء میں مزار کا نچلا حصہ (تعویذ) اور چار پہلو برآمدہ بنایا گیا اور

1- مزار کی تعمیر و مرمت سے متعلق یہ حوالے شریف التواریخ جلد نمبر 2 حصہ اول ص 178 سے ماخوذ ہیں۔

باقی عمارت کی تعمیر شروع کی گئی۔ گنبد 1380ھ/ 1961 میں مکمل ہوا۔ 1390ھ/ 1970ء اس پر سبز رنگ کی چینی کی ٹکڑی لگائی گئی۔ گنبد کے کلس پر 50 تولے سونا چڑھایا گیا۔ 1393ھ/ 1974ء حاجی غلام احمد نوشاہی سچیاری ساکن چوہڑ ماجرہ (فیصل آباد) کی کوششوں سے مزار تک بجلی لائی گئی اور 1394ھ/ 1975ء میں صاحبزادہ محبوب حسین نوشاہی سجادہ نشین سنگھوئی (جہلم) کی کاوشوں سے دربار کے اندر بجلی کا میٹر نصب ہوا۔ مزار کے اندر قبر مبارک سنگ مرمر کے جنگلے کے اندر بنی ہوئی ہے۔ سرہانے سنگ مرمر کی لوح نصب ہے۔ مزار فن تعمیر کا عمدہ ترین نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ مشرق کی جانب بابا محمد شاہؒ کا مزار ہے۔ جو ابھی نامکمل ہے لیکن فن تعمیر قابل تعریف ہے۔

عرس:

مزار اقدس پر ہر سال ہاڑھ کی دوسری جمعرات کو عرس ہوتا ہے جو جمعرات جمعہ اور ہفتہ تک یعنی تین دن رہتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں عقیدت مند حاضری دیتے ہیں۔ بارونق بھرپور میلہ لگتا ہے۔ مزار کے اردگرد رات دن قوالی اور مزار سے ملحقہ مسجد میں نعت خوانی ہوتی ہے اور علماء تقاریر کرتے ہیں۔ زائرین کے لیے لنگر عام ہوتا ہے۔ دسمبر 1976ء سے مزار کی دیکھ بھال اور عرس کا انتظام و انصرام محکمہ اوقاف کے سپرد ہے۔ علاوہ ازیں نوشہ صاحبؒ کے تین خلفاء کی درگاہوں پر بھی نوشہ صاحبؒ کا عرس بھرپور انداز میں منایا جاتا ہے۔

1- بھڑی پاک رحمٰن ضلع گوجرانوالہ میں 9 جیٹھ
2- پیر محمد سچیار نوشہروی کے مزار پر 3 سے 5 ربیع الاول
3- سید شاہ محمد شہید رہتاسی کی درسگاہ پر 9 جیٹھ

چند سالوں سے بریڈفورڈ انگلینڈ میں ورلڈ اسلامک مشن کے زیر انتظام بھی عرس منایا جاتا ہے۔ جس سے پاکستانیوں کے علاوہ دیگر ممالک میں مقیم نوشاہی شریک ہوتے ہیں۔

تبرکات

1- قرآن پاک (قلمی) سائز تقریباً 16/"30×"20 کل صفحے 995۔ سال کتابت 8 ماہ رجب 814ہجری۔ ہر صفحہ پر گیارہ سطور۔ سنہری حاشیہ ہے۔ آیات کے آخر میں گول دائرے۔ ہر سطر کے درمیان سنہری لکیر۔ شروع کے تین اوراق خالی ہیں۔ فہرست کیلئے ان پر لکیریں کھینچی گئی ہیں۔ مگر فہرست درج نہیں ہے۔ متن پورا ہے۔ کتابت دیدہ زیب اور قرۃ العین ہے۔ دل کو سکون بخشتی ہے۔ ہر ورق کے ساتھ ایک باریک پنا منسلک تھا جو ایک ورق کو دوسرے سے جڑنے نہیں دیتا۔ لیکن جب اسکی دوبارہ جلد بندی کی گئی تو باریک پنے نکال دیئے گئے۔ پہلے ورق پر سورۃ فاتحہ درج ہے، دوسرے ورق سے سورۃ بقرہ کا آغاز ہوتا ہے۔ ان اوراق پر سات سطریں ہیں۔ سونے کے پانی سے سنہری حاشیہ اور محراب نما بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ گہرے نیلے، سرخ اور گلابی رنگ کی گلکاری کی گئی ہے۔ کتابت باریک کالی روشنائی سے کی گئی ہے۔ ص2-3 کی سطور کے درمیان پھول دار بیل ہے باقی اوراق کا حاشیہ سنہری ہے۔ آخری صفحہ 995 پر سنہرے کا زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔ جبکہ ورق کے ارد گرد سرخ اور جامنی رنگ کی بیل ہے۔ اسکے گرد پھر سنہری بیل ہے۔ اس صفحہ کے آخر میں یہ دعا درج ہے۔

اَللّٰھُمَّ مَاکَانَ مِنَّا فِی تِلَاوَتِہِ القُرْآن من خطاءٍ اونسیانٍ او
زیادۃٍ او نقصارٍ او تحریفٍ کلمۃ واغفرلنا یا ربّاہُ
وتجاوز عنایا سبّداہُ ولا تؤ اخذنا یا مَوْلاہ بِرَحْمَتِکَ یَا
اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن۔ ۸ ماہ رجب۸۱۴ہجری

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ نسخہ نوشہ صاحبؒ کے والد شیخ علاء الدینؒ کو سفر حج کے دوران بغداد کے کسی شخص نے تحفتاً پیش کیا تھا۔ اغلب ہے کہ یہ نسخہ نوشہ صاحبؒ کے مطالعے میں رہا ہے۔ یہ نسخہ نسلاً بعد نسلاً صاحبزادہ محبوب حسین نوشاہیؒ

(سنگھوئی) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

2- قرآن مجید۔ متفرق اجزاء۔ خط بہار میں لکھے ہوئے چند اوراق کتب خانہ شرافت نوشاہی ساہنپال میں موجود ہیں۔

3- کلاہ مبارک (1)

4- الفی مبارک (2)۔ فقیر خانہ اندرون بھاٹی گیٹ میں موجود ہیں۔

5- لنگی مبارک۔ صاحبزادہ امتیاز الحق نوشاہی ایڈووکیٹ 37۔ بی شاد باغ کے پاس موجود ہے۔

6- کمبل۔ روایت ہے کہ نوشہ صاحبؒ اوڑھتے تھے۔ یہ کمبل اب تک درگاہ سخی روشندین بمقام نوشاہیاں ضلع بہاولنگر میں موجود ہے۔

7- عصا۔ کوٗ کی لکڑی کا یہ عصا صاحبزادہ نذر محمد کے گھر موضع نوشہ پور متصل دربار نوشہ صاحبؒ موجود ہے۔ عین ممکن ہے کہ ان کے علاوہ بھی دیگر تبرکات عقیدتمندانِ نوشہؒ کے پاس موجود ہوں۔

اولاد

خاندانی شجروں اور تحریروں کے مطابق نوشہ صاحبؒ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بڑے بیٹے کا نام محمد برخوردارؒ اور چھوٹے بیٹے کا نام محمد ہاشم دریا دلؒ تھا۔ بیٹی کا نام سائرہ خاتون تھا۔ جن کا نکاح نوشہ صاحبؒ نے اپنے ایک مرید حافظ معموریؒ

1,2- ان کا ذکر مفتی علی الدین نے عبرت نامہ جلد دوم میں بھی کیا ہے۔ صاحبزادہ محبوب حسین نوشاہی (سنگھوئی) کے مطابق یہ تبرکات غلام محمد چٹھہ کو اُس کے مرشد صاحبزادہ عبدالرسول بن دولو محمد سعید بن ہاشم دریا دل بن نوشہ گنج بخشؒ نے عطا کئے تھے۔ غلام محمد چٹھہ نے اپنے باپ کے تعمیر ہوئے قلعے کا نام کوٹ نور محمد سے تبدیل کرکے رسول نگر رکھ دیا تھا۔ سکھوں کے عہد میں اس کا نام رام نگر ہوگیا۔ (چھٹیاں دی وار) غلام محمد چٹھہ کی وفات کے بعد یہ تبرکات مہان سنگھ پھر رنجیت سنگھ کو ملے۔ اُس نے اپنے وزیر اعظم فقیر عزیز الدین کو دے دیئے کیونکہ فقیر خاندان نوشاہی سلسلے سے منسلک تھا۔ یہ تبرکات فقیر خاندان کے پاس محفوظ ہیں۔

کیساتھ کیا تھا۔ برخوردار صاحبؒ کے چھ بیٹے اور ہاشم دریاؒ دل کے تین بیٹے تھے۔ جن کا مختصر شجرہ یوں ہے:

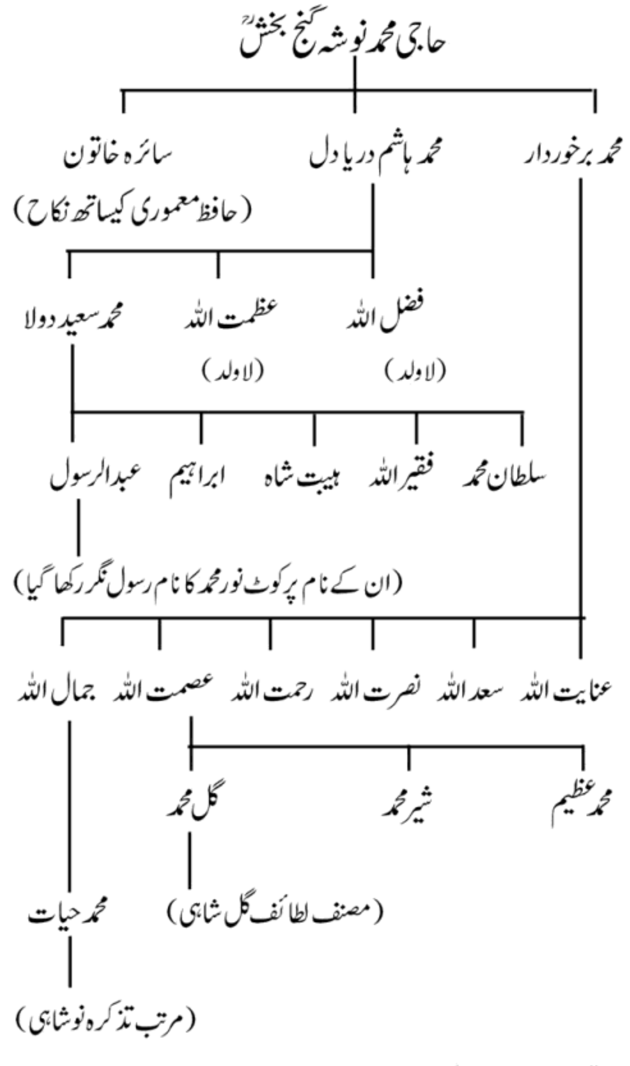

نوٹ: شجرہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے شریف التواریخ جلد دوم (حصہ اول و دوم) اور جلد سوم

نیابت

نوشہ صاحبؒ کے بعد اُن کے دونوں بیٹوں کی اولاد جاری ہے اور دونوں خاندان اپنے آپ کو نوشہ صاحبؒ کی نیابت کا حقدار قرار دیتے ہیں۔ شرافت نوشاہی کے دعوٰے کے مطابق نوشہ صاحبؒ کے بعد اُن کے بڑے بیٹے برخوردار صاحبؒ سجادہ نشین ہوئے۔ بلکہ نوشہ صاحبؒ نے اپنی زندگی میں ہی اُن کو اپنا ولی عہد [1] مقرر کر دیا تھا۔ جبکہ برق نوشاہی کا دعویٰ ہے کہ نوشہ صاحبؒ کے چھوٹے بیٹے ہاشم دریا دلؒ گدی نشین ہوئے تھے۔ [2]

ہمارے نزدیک نوشہ صاحبؒ کے دونوں صاحبزادے اور انکی اولاد قابل احترام ہے۔ نیابت کے بارے میں یہاں بیان کرنے سے ہمارا مقصد نہ تو کسی کی دل آزاری ہے اور نہ ہی کسی فریق کی طرفداری۔ ہم صرف خاندانی مخطوطات کی روشنی میں حقائق تک پہنچنے کی کوشش کریں گے اور پھر فیصلہ قارئین کی بالغ نظری اور وسعت قلبی پر چھوڑ دیں گے۔

سب سے پہلے ہم سلسلہ نوشاہیہ کے بنیادی مآخذات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تذکرہ نوشاہی کا مرتب لکھتا ہے کہ میاں صدر الدین المعروف شاہ صدر دیوان اپنے مرشد نوشہ صاحبؒ کے بہت قریب تھے۔ دوسرے مریدوں نے جب نوشہ صاحبؒ کو اُن پر اس قدر مہربان دیکھا تو خیال کیا کہ نوشہ صاحبؒ کہیں میاں صدر الدین کو اپنا خلیفہ مقرر نہ کر دیں اور نیابت اُن کے حوالے کر دیں۔ پیر بھائیوں کے باہمی مشورے کے بعد پیر محمد سچیارؒ نے نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر آپ نے

1- شریف التواریخ جلد اول ص 1034 ، جلد دوم حصہ اول ص 173۔ حصہ دوم ص 1155 انتخاب گنج شریف اردو ص 29، گنج شریف پنجابی ص 45، اذکار نوشاہیہ ص 92، انوار نوشاہیہ ص 27

2- نوشہ گنج بخش ص 101، نوشہ پیر ص 50، دیباچہ چہار بہار ص 29، شجرہ شریف نوشاہی ص 42

صدر الدین کو نیابت عطا کر دی تو شاید تمام کو اسے قبول کرنے میں تامل ہو، اور اگر اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں گے تو سبھی خوشی محسوس کریں کریں۔ نوشہ صاحبؒ نے فرمایا۔ میاں پیر محمد:

چرا میگئی! من مجذوب نہ ام ، سلام و نیابت بخانۂ خود
داشتہ ام (1)

تذکرہ نوشاہی کا مرتب اس سے آگے لکھتا ہے کہ ایک دن میاں صدر الدینؒ حضرت نوشہ صاحبؒ کی زیارت کو آئے۔ اُس وقت ہاشم دریا دلؒ دروازے میں کھڑے تھے۔ میاں صدر الدینؒ اُن کے قریب سے گزر کر سیدھے نوشہ صاحبؒ کے قدموں میں گر پڑے۔ سرکار نے غصے میں فرمایا۔ میاں صدرالدین قدم تو وہ تھے جن کو دروازے میں چھوڑ آئے ہو۔ اب تمہیں میرے قدموں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ (2)
تذکرہ نوشاہی کے بعض نسخوں میں ہاشم دریا دلؒ کی بجائے برخوردار صاحبؒ کا نام لکھا ہوا ہے۔ ہاشم دریا دلؒ کی اولاد کا دعویٰ ہے کہ ایسے نسخے تحریف شدہ ہیں۔ اس لئے ہم تذکرہ نوشاہی کے حوالوں پر یقین نہ کرتے ہوئے کنز الرحمت کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں۔

کنز الرحمت کا اصل مآخذ بھی وہی تذکرہ نوشاہی ہے۔ لیکن عین ممکن ہے کہ کنز الرحمت کے مصنف مولوی اشرف سچیاری نوشاہی منچری نے تذکرہ نوشاہی کا کوئی ایسا نسخہ دیکھا ہو جو فریقین کی تحریف سے محفوظ ہو۔ شاید اس کا ثبوت ہمیں کنز الرحمت سے مل جائے۔ مطبوعہ کنز الرحمت میں یہ شعر موجود ہے:

عطا شد نیابت بہ پسرِ بزرگ
نمودند تحسین بہ کار سترگ (3)

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 203
2- ایضاً ص 204
3- کنز الرحمت ص 71

حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے مرشد حضرت سخی شاہ سلیمان نوریؒ (بھلوال) کی اولاد میں سے سجادہ نشین شیخ فضل حسینؒ کے دعویٰ کے مطابق مطبوعہ کنز الرحمت تحریف شدہ ہے۔ طباعت کے وقت اس شعر میں تصرف کیا گیا ہے۔ اصل شعر اس طرح ہے:

عطا شد نیابت گہ با پسرِ خورد
نمودند تحسین بہ کار سپرد

اُن کا خیال ہے کہ طباعت کے وقت مزید شعر اصل نسخے میں سے حذف کر دیئے گئے۔ جن سے ہاشم دریا دلؒ کی سجادہ نشینی واضح ہوتی تھی۔ وہ شعر یوں ہیں:

بہ ہاشم شاہ داد دستار را　　تمامی فقیراں امورش ادا[1]
نمودند از علمِ باطن عطا　　ملاحظہ چو کردند راہِ خدا
بگفتند حضرت بہ یاران خویش　　سپردم شما شاہِ ہاشم بہ پیش

ہم نے خود کنز الرحمت کے تین نسخوں میں یہ اشعار دیکھے ہیں۔ لیکن شرافت نوشاہی کے خیال میں یہ اشعار الحاقی[2] ہیں۔ اس لئے ہم نے ان متنازعہ اشعار سے قطع نظر کرتے ہوئے نوشاہی سلسلے کے قدیم ترین مآخذ ثواقب المناقب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ثواقب المناقب کا مصنف ہاشم دریا دلؒ کے متعلق لکھتا ہے:

''آخر الامر آن دستگیر درماندگان یاور کل یعنی شاہ ہاشم دریا دل مانند محیطِ اعظم در اقطار دور شہرت داشت و از گرمئی توجہات آں ذاتِ خورشید صفات روز بروز مشرق و مغرب روشن شد۔ جماعت سبز بخت نہال کردہ۔ توشہ جنت بارگاہ طوبالہ و رضوان اللہ کہ درسایۂ آں ابر بہار ہنوز میوۂ مقصود ایشاں پختہ نبود۔ در پرتو ایں خورشید جہان افروز

1- شیخ فضل حسین: رسالہ النیابت۔ گیلانی الیکٹرک پریس لاہور (1925ء کے قریب شائع ہوا) ص 17
2- تذکرہ نوشہ گنج بخشؒ ص 127

چوں شجرہ پیوندی لذت ذوق دوبالا یافت۔ قطع نظر از پرورش کہنہ سالاں اکثر نونہالاں را یک قلم سر بلند نمودہ۔ چوں سرو از بار تعلقات آزاد ساخت۔ بیت

کرد آں دریا دل عالی تبار
عالمے را سبز چوں ابر بہار [1]

یعنی نوشہ صاحبؒ نے جو پودا لگایا تھا اُسے سرسبز کر کے ہاشم دریا دلؒ نے پھل دار بنا دیا ہے۔

ان تمام مذکورہ حوالوں سے زیادہ اس اہم مسئلے پر نوشاہی سلسلے کے تیسرے مآخذ تحائف قدسیہ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اُس میں پیر کمال لاہوری لکھتے ہیں کہ نوشہ صاحبؒ نے اپنے بڑے بیٹے میاں برخوردارؒ کو سجادہ نشین بنانے کا ارادہ کیا تو اُن سے پوچھا کہ تم آنے جانے والوں کے لنگر کا اہتمام کر لوگے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں زوجہ محترمہ سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔ زوجہ محترمہ نے فرمایا۔ ہمارے لئے بھٹیاری یا نانبائی کا کام ہی رہ گیا ہے۔ یہ کام ہمارے بارے کا نہیں:

جوابش داد مادر کہ ایں چنیں کار　　طباخی نان پُزی عالم چہ درکار [2]
بیامد شاہ برخوردار بیزار　　جوابے کانچناں باید بروزار

ظاہر ہے کہ نوشہ صاحبؒ جیسے سخی درویش کو یہ جواب کس طرح پسند آ سکتا تھا۔ چنانچہ پیر محمد سچیارؒ نے عرض کیا:

بگفت آں خیر خواہ جملہ مردم　　کہ صاحب زادۂ خورد است خوش دم
مرا فرما کہ حاضر آورم او را　　کہ پیدا کردہ است او نیک خُو را [3]

1- ثواقب المناقب ص 270,271
2- تحائف قدسیہ (قلمی) ص 128
3- ایضاً ص 129

نوشہ صاحبؒ کی اجازت سے پیر محمد سچیارؒ ہاشم دریا دلؒ کو لائے اور راستہ میں سمجھاتے رہے:

بدو گفتہ کہ من شاہِ زماں را   بتو بس مہرباں کردم قراں را
خبردار ایں چنیں وقتے نیابے   نخواہی کرد در چیزے شتابے
ہر آں چیزے کہ گوید با تو فرزند   قبولش کن شوی زاں پس تو خورسند
بہمراہ اش گرفتہ قصہ را   شنوکاں حکمتے کرد آں خدا خواہ
مسافت بہ کروہے چند رانجا   کہ بودہ شاہ دل مسند نشاں جا
بیک قریہ در آمد منزلے کرد   در آں جا بود سردار از سخی مرد
مریدے بود خدمت کرد بسیار   بدو گفت آں ہنرور ایں چنیں کار
کہ سہ کس را بباید نان پختن   بگفتا او کجا بینم ز ہر تن
بفرمودند کہ امرم بجا آر   ترا باید نہ قصہ اندر ایں کار
بکرد او ہمچناں آنچہ بدو گفت   کہ غلہ وافرش بود و بسے مفت
ہمہ مردم کہ بہر زیارت آمد   ز ہاشم شاہ بس نان خوارت آمد
سہ روز اندر رہ آمد ہمچنیں کار   شدآں پیر زادہ پیر دین دار
بیامد نزد حضرت مہرباں شد   کہ خواہی کرد خدمت برزباں شد (1)

نوشہ صاحبؒ کے سوال کے جواب میں ہاشم دریا دل نے عرض کیا:

بگفتا از توجہ ذاتِ عالی   نخواہد رفت کس از فیض خالی
بگفتا ذات مردم خود بشوئی   طبق دادن بدیگر کس نگوئی (2)
درونِ خانہ بہر نان سازی   بتو رو میکنی ہم خلق راضی
کُنی خدمت عالم ہر کسے را   نرانی از در خود ہر کسے را

1- تحائف قدسیہ (قلمی) ص129

2- ایضاً ص130

بجا آور تعظیم و ہم آداب　　　　کہ ازمن باز خواہد گشت صد باب

ہاشم دریا دلؒ نے جواب دیا کہ لوگوں کے لئے میرے سو دروازے کھلے رہیں گے۔ نوشہ صاحبؒ خوش ہوئے اور فرمایا:

بفرمودند رو تنور در ساز
گرم کن گرم کن برخلق در واز

پیر کمال فرماتے ہیں:

ازاں ساعت ہزاراں خلق نان خوار　　　　شدہ تا حال ہم از قوت جاں خوار
بماند تا قیامت فیض جاری　　　　مرا از کرم خود ہم یاد داری

بلکہ تحائف قدسیہ میں شجرہ طریقت یوں بیان ہوا ہے:

شدہ معروف حضرت شاہ معروفؒ　　　　ہمہ اسرار شد برخلق مکشوف[1]
سلیماں شاہؒ ہمچوں سلیماں　　　　بزیرِ خاتمش شد جن و انساں
چو نوشوہ گنج بخش آمد بعالم　　　　مریداں را اماں شد در دو عالم
ز فرزنداں شدہ ہاشم خدا یار　　　　معین و بس کریم و شاہ دستار
دوئم آں ذات برخوردار عالی　　　　نشد خالی درش از ہر سوالی

ہاشم شاہ دریا دلؒ کی سجادہ نشینی کے حوالے کنز الرحمت کے منظوم پنجابی ترجمے میں بھی ملتے ہیں:

حضرت ہاشم صاحبزادہ　　　　روشن کیتا جس خنوادہ[2]
چنگا سی صاحب سجادہ　　　　کامل عظمت بھاری دا
حضرت برخوردار جو کامل　　　　ہر دم لطف خدا دا شامل
ملک عشق دے آہے عامل　　　　حکم چلاون ہاریدا

1- تحائف قدسیہ (قلمی) ص 107
2- کنز الرحمت (قلمی) پنجابی ترجمہ مملوکہ صاحبزادہ محبوب حسین نوشاہی (سنگھوئی) جہلم ص 35

ان تمام حوالوں سے ہاشم دریا دلؒ کی سجادہ نشینی واضح ہوتی ہے۔ تذکرہ نوشاہی میں بھی اس قسم کے حوالے موجود ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ ہاشم شاہ دریا دلؒ کے بعد انکی اولاد سجادہ نشین بنی۔ تذکرہ نوشاہی کے مرتب کا یہ بیان دیکھئے:

''از میاں محمد ہاشم جیوسہ فرزند شدند۔ یکے حضرت میاں فضل اللہ کہ در حیات حضرت وصال یافت و دیگر حضرت میاں عظمت اللہ کہ بعد از وصال ایشاں بر سجادہ ہدایت متمکن شدو بسیار کس از ایشاں بہرہ مند شدند۔لیکن خواست حق برایں منوال بود کہ بعد از دو سہ سال از وصال ایشاں شد و از زبان قاضی رضی الدین منقول است کہ چوں وصال میاں محمد ہاشم شد۔ خاطر من آزردہ شد۔ چون غمگین شدہ۔ شب خوابیدم در واقع حضرت شاہ را دیدم۔فرمودند کہ فلانے غمگین مشو از یں کہ پسران محمد ہاشم خورد سال ماندہ اند و واقع محمد ہاشم شد الحال من خود خبردار خانہ آنہا ام۔ ہر گاہ کہ بکرم حق برمسند محمد سعید خواہد نشست، روز بروز ترقی و بلندی خواہد شد و تصرف زیادہ تر از سابق و برکت افزوں خواہد شد و خلف سیوم میاں محمد سعید شاہِ زماں حاتمِ وقت ہادئ طالبان سلمہ اللہ بقاؤ حق تعالیٰ ایں برگزیدہ آفاق را بر مسند ہدایت متمکن داشتہ درعمر طبعی رساند''(1)

صاحب تذکرہ نے یہ واقعہ مرزا احمد بیگ کے الفاظ میں لکھا ہے۔ اس کے آخر میں مرزا احمد بیگ کی نظم بھی درج ہے۔جس سے پتا چلتا ہے کہ محمد سعید دولاؒ کی سجادہ نشینی کے وقت رسالہ الاعجاز کے مصنف مرزا احمد بیگ لاہوری زندہ تھے۔ یہاں اس نظم کے چند اشعار حوالے کےطور پر پیش کئے جاتے ہیں:

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 251

اے بخت سعید نیک اقبال — وے قرعہ طالعت نکو فال[1]
اے ہادیٔ بے ریا و بے ریب — اے مسند فقر را توئی زیب
حق داد جو با تو سرفرازی — شہباز حقیقت و مجازی
بر جادۂ اب و جد نشستی — حق دادہ ترا چو چیرہ دستی
احمد کہ غلام عذر خواہست — افتادہ بدر چو خاک راہ ہست

تذکرہ نوشاہی کے مصنف کے درج اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا احمد بیگ نے رسالہ الاعجاز میں برخوردار صاحبؒ کی اولاد کا تفصیلی ذکر نہیں کیا تھا:

''چوں ذکر اولاد ایشاں اندک بود لہٰذا مقدم بر ذکر اولاد حضرت میاں برخوردار جیو نمودہ شدہ۔''[2]

ثواقب المناقب (جو تذکرہ نوشاہی سے پہلے الاعجاز کی بنیاد پر تصنیف ہوا) میں برخوردار صاحبؒ کے چھ بیٹوں کے صرف نام گنوائے ہیں۔ عنایت اللہ، سعد اللہ، نصرت اللہ، رحمت اللہ، عصمت اللہ اور جمال اللہ۔ ان میں سے عنایت اللہ اور عصمت اللہ حضرت پاک رحمانؒ کے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔[3]

ثواقب المناقب میں ہاشم دریا دلؒ اور دولو محمد سعیدؒ اور ان کی اولاد کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ بلکہ دولو محمد سعیدؒ کے بیٹے ہیبت شاہ کا قطعہ تاریخ بھی محمد ماہ صداقت کنجاہی نے لکھا ہے۔ ''زادہ کوہ وقار'' (1126ھ) ثواقب المناقب کے علاوہ کنز الرحمت اور تحائف قدسیہ کے مصنفین نے ہاشم دریا دلؒ کی اولاد کا محمد سعیدؒ اور عبدالرسولؒ تک ذکر کیا ہے جبکہ برخوردار صاحبؒ کے بعد انکی اولاد کا تفصیلی ذکر نہیں کیا گیا۔

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 252
2- ایضاً ص 253
3- ایضاً

تذکرہ نوشاہی کا مرتب لکھتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کی وفات کے بعد نوشہ صاحبؒ کے مرید شاہ فتاح دیوان کی روحانی تربیت ہاشم دریا دلؒ نے کی تھی اور خلافت و اجازت سے مشرف فرما کر لوٹایا تھا۔ اس کا حوالہ شرافت نوشاہی نے شریف التواریخ میں بھی دیا ہے۔[1] جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کے بعد سجادہ نشین ہاشم دریا دلؒ تھے۔ ورنہ شاہ فتاح دیوان کو تربیت برخوردار صاحبؒ دیتے اور خلافت و اجازت بھی وہی عطا کرتے۔ کیونکہ طریقت کی رُو سے خلافت اور اجازت دینے کے لئے خود صاحب خلافت اور صاحب اجازت ہونا ضروری ہے۔

شرافت نوشاہی صاحب نے تذکرہ نوشاہی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت برخوردار صاحبؒ کو نوشہ صاحبؒ کے پیرو مرشد حضرت سخی شاہ سلیمان نوری حضوریؒ نے اپنا مرید کیا اور بیعت کے بعد انہیں نوشہ صاحبؒ کے ہم پلہ بنا دیا۔ یوں برخوردارؒ صاحب نوشہ صاحبؒ کے مرید نہیں بلکہ آپ کے پیر بھائی ٹھہرتے ہیں۔ طریقت کی رو سے نیابت و سجادگی مریدوں میں سے کسی کے سپرد کی جاتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مرزا احمد بیگ نے ان کا اور ان کی اولاد کا ذکر تفصیل سے نہیں کیا۔

ہاشم دریا دلؒ کے بعد اُن کے بیٹے دولو محمد سعیدؒ کی سجادہ نشینی کا ذکر تذکرہ نوشاہی میں ملتا ہے۔ دولو محمد سعیدؒ کے بیٹے عبدالرسول صاحبؒ کی سجادہ نشینی کا ذکر تحائف قدسیہ میں موجود ہے۔ اس تواتر اور تسلسل سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ نوشہ صاحبؒ کے بعد سجادہ نشین کون تھا۔

1975ء میں ہاشم دریا دلؒ کی اولاد نے متفقہ طور پر صاحبزادہ محبوب حسین نوشاہیؒ کو نوشہ گنج بخشؒ کی درگاہ رنمل شریف کا سجادہ نشین مقرر کیا اور دستار بندی کروائی۔ (دیکھئے صفحہ آخر ضمیمہ)

1- شریف التواریخ۔ جلد سوم حصہ اول ص 350

نوشہ صاحبؒ کے متعلق مشائخ کے اقوال

نوشاہی سلسلے کی مآخذ کتب سے پتا چلتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کا چرچا اور شہرت اُن کی زندگی میں ہی دُور دُور تک پھیل چکی تھی۔ لہٰذا جو شخص بھی سچے خلوص اور نیک نیت سے آپ کے پاس آتا تھا، آپ اُس پر ایسی نظر فرماتے کہ اُس کا قلب جاری ہو جاتا تھا اور وہ تھوڑے ہی عرصے میں سلوک کے اعلیٰ درجات پر پہنچ جاتا تھا۔ آپ کے اس فیض عام کو دیکھ کر آپ کے ہم عصر بزرگ آپ کو اولیاء گر کہتے تھے۔ تذکرہ نوشاہی میں لکھا ہے کہ آپ کے ایک ہم عصر بزرگ شیخ عبدالسلامؒ ساکن کیلیانوالہ نے اپنے ایک مرید کو نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ جو بھی آپ کے پاس آتا ہے آپ اُسے فوراً ولایت کے مرتبے پر پہنچا دیتے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو فقراء کی عزت و وقار کم ہو جائے گا۔ آپ نے اُس مہمان کو نہایت عزت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرایا اور گاؤں کے لوگوں کو حکم دیا کہ آج شام کے وقت ہر شخص مسجد کے چراغ سے اپنا اپنا چراغ روشن کرے۔ رات کے وقت آپ نے اُس مہمان سے پوچھا۔ بتاؤ! مسجد کے چراغ کی ضو کم ہوئی ہے۔ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اپنے شیخ کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دو:

> ''ہر کہ می آید، برو نظر می کُنم و دل اُو را ذاکر می گردانیم۔ اگر مشغول خواہد ماند و اینجا آمد و رفت خواہد نمود در ترقی و زیادتی خواہد شد۔ اگر تغافل خواہد نمود پیش مانخواہد، ملاقات نخواہد کرد۔ اُو داند و کار اُو داند۔ در ہموں حال خواہد ماند''(1)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کا فیض ہر کسی کے لئے عام تھا۔ چنانچہ سب کے لئے آپ کی شخصیت پُرکشش اور مرکز تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج

-1 تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 201

تصوف کے تذکروں میں آپ کے ہم عصر اور بعد میں آنے والے مشائخ کے ایسے اقوال دکھائی دیتے ہیں جو ہماری نگاہوں میں نوشہ صاحبؒ کی شخصیت کو مزید پرکشش اور قابل احترام بنا دیتے ہیں۔ یہاں ان تمام اقوال کو رقم کرنا ممکن نہیں اور نہ ہی اُن کے دہرانے کی چنداں ضرورت ہے۔ اس لئے ہم چند مشائخ کے اقوال لکھنے پر ہی اکتفا کریں گے۔ تاکہ قارئین اس حقیقت سے آگاہ ہوسکیں کہ مشائخ کی نظر میں نوشہ صاحبؒ کا کیا مقام ہے۔

1- شیخ عبدالوہاب قادریؒ: یہ اپنے دور کے صوفی اور عالم تھے۔ مسجد فرید بخاری کے امام تھے۔ نوشہ صاحبؒ ان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو شیخ صاحب نے اپنے ایک مرید شیخ فتح محمد سیالکوٹی کو نوشہ صاحبؒ کے متعلق بتایا۔

''ایں جوان کہ می رود پائے ایں بر زمین نمی رسد وعنقریب کار ایں بعلّو خواہد کشید۔''(1)

2- حضرت میاں میر قادریؒ: نے پیر محمد سچیار کو نوشہ صاحبؒ کا مرتبہ بتاتے ہوئے کہا:

''پیر محمد تمہارا حصہ ہمارے پاس نہیں۔ ہاں اگر اتنا ضرور بتا دیتا ہوں کہ تمہاری امانت ایک مادر زاد ولی حاجی محمد نوشہ کے پاس ہے۔ جو دریائے چناب کے کنارے خدا کی یاد میں مشغول ہیں اور تمہارے انتظار میں ہیں۔ تم اُن کے پاس چلے جاؤ۔''(2)

چنانچہ پیر محمد سچیار نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔

3- شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (وفات 1050ھ/ 1642ء)

''جودطریق المحبت مولانائے حاجی محمد بدعائے سلامتِ احوال وسعودِ

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص94

2- ماہنامہ القادر نوشاہی مئی 1925ء ص16

مدارج کمال مشغول اند"[1]

یعنی محبت کے راستے کے سخی حاجی محمد احوال کی سلامتی کے ساتھ کمال درجات پر پہنچنے کی دعاؤں میں مصروف ہیں۔

4- کمال الدین محمد احسان نقشبندیؒ: حضرت شیخ احمد سرہندی نقشبندی کی نسل میں سے حضرت کمال الدین محمد احسان نقشبندی لکھتے ہیں کہ حاجی محمد نوشہ نہایت عزیز الوجود، صاحب ذوق تھے۔ آپ کا جذبہ بڑا اقوی[2] (طاقتور) تھا۔ جبکہ شیخ احمد سرہندی خود عزیز الوجود کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وہ قطب الارشاد جو فردیت کے کمالات کا مجموعہ ہو بہت عزیز الوجود ہوتا ہے اور جو فیض کسی کو عطا ہوتا ہے وہ اُسی کے وسیلے سے ملتا ہے۔"[3]

5- شاہ نعمت اللہ خدانما نقشبندیؒ (مزار دہلی): فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر ہے کہ نوشہ صاحبؒ زبانی تلقین نہیں کرتے بلکہ اُنکی توجہ سے ہی سارے احوال ظاہر ہو جاتے ہیں اور سالک کے حال میں کشاکش پیدا ہو جاتی ہے۔ خواجہ فضیل کابلی پہلے اُنکے مرید تھے بعد میں نوشہ صاحبؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر فیض پایا۔[4]

6- خواجہ نواب خاں بہادر احراریؒ: یہ حضرت خواجہ عبید اللہ احراری کی اولاد میں سے تھے۔ مشہور نواب زکریا خان بہادر سیف الدولہ دلیر جنگ اعز الدولہ ہزبز جنگ

1- عبدالحق محدث دہلوی: ایراد العبارات (اخبار الاخیار) دہلی 1332ھ مکتوب 60 بنام شاہ ابوالمعالی ص 374

2- کمال الدین محمد رحمانی: روضہ القیومیہ تصنیف 1155ھ/ 1742ء سٹیم پریس لاہور رکن دوم ص 249

3- محمد ہاشم: زبدۃ المقامات نولکشور 1307ھ ص 174

4- تذکرہ نوشاہی ص 338

کے نام سے مشہور تھے۔ (وفات 1157ھ/ 1745ء) فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی نوشہ صاحبؒ کا روحانی تصرف حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی اولاد پر بھی ہوگیا ہے۔[1]

7- میاں شیر محمد شرقپوریؒ: حضرت نوشہ گنج بخشؒ کا خاندان بغداد والی سرکار کا خاندان ہے۔ یہ طریق تمام قادری طریقوں سے بہتر ہے۔ مگر تعجب ہے کہ باوجود صوفی و متشرع ہونے کے سماع سے بھی ذوق رکھتے ہیں۔[2]

ان حوالوں سے پتا چلتا ہے کہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی بزرگی کا اعتراف ہر دور کے بزرگوں نے کیا ہے۔

نوشہ گنج بخشؒ مؤرخین کی نظر میں

بلاشبہ بہت سے تذکرہ نگاروں نے دیگر صوفیاء کی مانند حضرت نوشہ گنج بخشؒ کا تفصیلی ذکر نہیں کیا۔ بااین ہمہ کئی ایک تذکروں اور تواریخ میں آپ کا ذکر جس عزت اور احترام کیساتھ ملتا ہے اس کی بنا پر اگر یہ کہا جائے کہ گیارہویں صدی عیسوی کے صوفیائے کرام کی تاریخ آپ کے ذکر کے بغیر نامکمل اور ادھوری ہے تو غلط نہ ہوگا۔ یہاں نمونے کے طور پر چند مصنفین کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ مستقبل میں محققین کیلئے نئے راستے تلاش کرنے میں یہ اقوال مد ثابت ہوں۔

1- سید اصغر علی گیلانی قادریؒ: شجرۃ الانوار میں لکھتے ہیں کہ حاجی محمد نوشہ سے نوشاہی سلسلہ شروع ہوا اور آج تک نظر و مستی کا یہ سلسلہ اس خاندان میں جاری ہے۔[3]

2- مفتی علی الدینؒ: عبرت نامہ (تصنیف 1270ھ/ 1854ء) دفتر چہارم میں لکھتے

1- تحائف قدسیہ ص 204

2- کلمات قدسیہ مرتبہ شرافت نوشاہی لاہور 1972ء ص 14

3- شجرہ الانوار قلمی تصنیف 1193ھ/ 1779ء دانشگاہ پنجاب ذخیرہ شیرانی نمبر 2911 ورق 24

ہیں کہ حضرت غوث الاعظمؒ کے خلفاء میں سے اس ملک میں خدا کے برگزیدہ حضرت حاجی نوشہ ہیں۔[1]

3- جلال الدین حسین شیرازیؒ: نسب نامہ سادات میں رقمطراز ہیں۔''نوشہ ہادی بھورے والا پیشوائے سالکاں، سردار عاشقاں و چراغ عارفاں است''[2]

4- مفتی غلام سرور لاہوریؒ: (وفات 1307ھ/ 1889ء) آپ حضرت شاہ سلیمان قادریؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ مادرزاد ولی اللہ، صاحب جذب اور صحو وسُکر اور محبت وعشق اور شوق و ذوق اور زہدو ریاضت تھے۔ ولایت کے بادشاہ اور صاحب خوارق وکرامت تھے۔طریقہ نوشاہی کے امام اور پیشوا تھے۔فقر میں بلند مقام اور شان ارجمند رکھتے تھے۔[3] آپ کے مریدین سماع و وجدو حالت اور سُکر و جذب اور درد و محبت والے ہیں۔ آپ کے سینکڑوں خلیفے اولیائے کاملین سے ہوکر دور و دراز ملکوں میں چلے گئے۔[4] طریقہ نوشاہیہ جس کے فقیر پنجاب میں ہزاروں ہیں ان سے شروع ہوا۔[5]

5- مولوی نور احمد چشتی: (وفات 1284ھ/ 1849ء) حضرت نوشہ صاحبؒ یہ پنجاب میں بڑے نامور صاحب کمال ہوئے ہیں۔ بیعت اُن کی بخدمت حضرت سلیمان قادریؒ جن کا مزار بھلوال ضلع شاہپور (موجودہ سرگودھا) میں ہے، تھی۔''[6]

1- خلیفے سے مراد سلسلہ قادری کے بزرگ ہیں۔ نہ کہ حضرت غوث الاعظم کے براہ راست مرید یا خلیفہ تھے۔

2- نسب نامہ سادات (قلمی) مذکور ورق 71 , 70

3- خزینۃ الاصفیا۔ اردو ترجمہ ص 267

4- گنجینہ سروری ص 40

5- حدیقۃ الاولیاء ص 58

6- تحقیقات چشتی؛ پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور 1964ء ص 244

6- گارساں دتاسی: فرانسیسی مصنف گارساں دتاسی نے اپنے خطبات میں لکھا ہے کہ حاجی محمد کی کوششوں سے دو لاکھ ہندو مسلمان ہوئے۔'' اسی حوالے سے پروفیسر آرنلڈ نے بھی لکھا ہے:

''In the Punjab a certain Hagi Muhammad is said to have converted as many as 200,000 Hindus.''(1)

7- مولوی احمد علی چشتی: لکھتے ہیں کہ حاجی نوشہ نوشہروی قادری خاندان کے فیض یافتہ رحمانی پیر اور نورانی فقیر تھے۔ مریدوں کو تعلیم دینے میں مہارت و قدرت رکھتے تھے۔ ایک ہی نظر سے سلوک کی منزلیں پار کرا دیتے تھے۔ لیکن مدت تک مرید کو آزماتے تھے۔ لمبی عمر پائی۔(2)

8- مرزا محمد اعظم بیگ: انگریزی عہد میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ آپ تاریخ گجرات میں لکھتے ہیں کہ وقت شاہجہان بادشاہ کے حضرت نوشہ صاحبؒ کامل فقیر تھے۔(3)

9- مولوی محمد سلام اللہ شائق حنفی: حضرت نوشہ صاحبؒ کے مقامات و کرامات ملک پنجاب میں اظہر من الشمس ہیں۔ اور سلسلہ نوشاہی آپ سے منسوب ہے۔(4)

10- مرزا آفتاب بیگ المعروف نواب بیگ: آپ خلیفہ اکمل شاہ سلیمان قادریؒ اور پیشوا و مقتدائے طریقہ نوشاہیہ، جس کے فقیر پنجاب میں ہزاروں ہیں اُن سے شروع ہوا۔(5)

-1 Preaching of Islam London, 1913 P.286

-2 فقر عارفان۔ تصنیف 1291ھ/ 1874ء مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین لاہور ص 601

-3 تاریخ ضلع گجرات 1284ھ/ 1872ء گجرات ص 429

-4 سراج الاخبار۔ جہلم 25 نومبر 1901ء ص 7

-5 تحفۃ الابرار (کلیات جدولیہ) لاہور 1323ھ/ 1905ء

11- قاضی امام بخش چشتی نظامی: زمانہ کے فیض دینے والے حاجی الحرمین الشریفین حضرت جناب حاجی محمد قادریؒ مشہور بہ نوشہ گنج بخشؒ ابن عالی قدر حاجی علاء الدین جنہوں نے سات بار حج کئے تھے۔قدس سرہ العزیز۔ اللہ کریم آپ کے مزار کونورانی کرے۔ (1)

12- مرزا اختر گورگانی: حضرت حاجی محمد قادری نوشہ گنج بخشؒ قدس سرہ صاحب سکرو جذب و زہد و ریاضت اور نہایت متقی تھے۔صاحب ولائت اور امام فرقہ نوشاہی تھے۔آپ نے پا پیادہ سات حج کئے۔آپ مستجاب الدعوات اور سیف زبان تھے۔ (2)

13- شاہ شریف احمد مراد سہروردی بدایونی: حاجی محمد قادری نوشاہ گنج بخش فرقہ نوشاہیہ کے امام بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ولی مادرزاد تھے اور بچپن ہی میں آپ سے کرامات کا ظہور شروع ہوگیا تھا۔ (3)

14- انور مختار صدیقی: حضرت نوشہ پیرؒ پنجاب کے مقبول زماں نیک مردوں میں سے ہوئے ہیں۔آپ ایک صوفی منش بزرگ اور صاحب قال و حال تھے۔ (4)

15- اعجاز الحق قدوسی: حاجی محمد قادریؒ مشہور بہ نوشاہ گنج بخشؒ شاہ سلیمان قادریؒ کے عظیم المرتبت خلیفوں سے تھے۔آپ قادریہ نوشاہیہ سلسلے کے امام اور مقتدا ہیں۔ (5)

16- خواجہ عبدالرشید: حاجی محمد کہ گنج بخش کے نام سے مشہور اور نوشہ تخلص کرتے تھے۔سلسلہ نوشاہیہ کو جاری کیا اور اُس کو مداومت بخشی۔خرقہ خلافت حضرت شیخ

1- حدیقۃ الاسرار۔لاہور 1909 چمن سوئم ص 54

2- تذکرہ اولیائے ہند؛ میسور پریس دہلی 1928ء جلد نمبر 3 ص 394

3- ہفتاد اولیاء ص 421

4- ماہنامہ ساقی دہلی شمارہ مئی 1941ء ص 50

5- تذکرہ صوفیائے پنجاب سلمان اکیڈمی کراچی 1962ء ص 589

سلیمان قادریؒ بھلوالی سے حاصل کیا۔شعر کہنے کا بھی ملکہ رکھتے تھے۔ [1]

17- مسعود حسن شہاب دہلوی: سلسلہ نوشاہیہ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ سے شروع ہوا۔ [2]

18- آ قای محمد حسین تسبیحی ایرانی: حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ جو عارفانِ صاحبِ کرامت میں سے ہیں اور جنکی وجہ سے پاکستان کی سرزمین کا احترام لازم ہے۔ [3]

اس کے علاوہ منشی گنیش داس بڈھیرہ قانون گوئے گجرات کی چہار باغ پنجاب (1265ھ/ 1849ء قلمی ص 79) کنہیالال لاہوری کی تاریخ لاہور، ص 315اور اُردو انسائیکلو پیڈیا فروز سنز لاہور 1968ء کے ص 884پر حضرت نوشہ صاحبؒ کا ذکر اختصار کے ساتھ رقم ہے۔

1- تذکرہ شعرائے پنجاب ص 378

2- تذکرہ اولیائے بہاولپور اسد اکیڈمی بہاولپور 1980ء ص 375

3- پاکستان شناسی و روزنامہ فرداتہران، چہار شنبہ۔ 28فروردین 1353ھ شمسی